یادِ رفتگاں

مولانا عبدالرزاق احمد پوری کی شہادت

قاضی محمد اسلم سیف

موت کی حقیقت سے آج تک کوئی انکار نہ کر سکا۔ موت کی واقعیت ہر مکتبِ فکر کے نزدیک مسلّم ہے۔ حتیٰ کہ منطقی، فلسفی، زندیق، ملحد، بے دین، سوشلسٹ، کیمونسٹ، غیر مسلم بلکہ مشرک بھی موت کی بے پناہیوں سے انکار نہ کر سکے۔ موت کا سکہ ہر دم رواں دواں ہے۔ موت کی شہنشاہیت سے کسی کو مفر نہیں۔ موت کے آہنی پنجہ نے کسی بدعمل، بدکردار، غیر مسلم، کافر اور مشرک سے تو کیا درگزر کرنا تھا۔ اس نے تو علماء، صلحاء، اتقیاء، اولیاء اور انبیاء کو بھی معاف نہ کیا۔ جو یہاں آئے گا ضرور جائے گا۔ یہاں آنا بجائے خود جانے کی تمہید ہے۔

ایوانِ اقتدار شاہی محلات کلبۂ افلاس بحر و بر غرض ہر جگہ موت کے شب خون جاری ہیں جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے خوب فرمایا ہے۔ ؎

کلبۂ افلاس میں دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در میں شہر میں گلشن میں ویرانے میں موت
موت ہے ہنگامہ آرا قلزمِ خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں
نے مجالِ شکوہ ہے نے طاقت گفتار
زندگانی کیا ہے اک طوقِ گلو افشار ہے

بہرحال موت ہر انسان کا مقدر اور ہر شخص کا انجام ہے۔ لیکن موت موت میں فرق ہے۔ بعض موتیں اپنے پیچھے ایسی دلخراش داستانیں چھوڑ جاتی ہیں جو بھلانے کے باوجود بھی نہیں بھولتیں۔ بعض شخصیتیں اپنے اخلاق و اعمال گفتار و کردار سیرت اور طرزِ زندگی کے اعتبار سے ایسے مقام رفیع پر براجمان ہوتی ہیں۔ کہ ان کی وفات حسرت آیات اور اُن کا انتقال پُرملال پورے ملک کو مغموم و محزون اور سوگوار بنا دیتا ہے۔ ان کی حیات مستعار

کی ہمہ جہتی اور ان کی سیرت کی جامعیت نامعلوم کتنے ہزاروں لاکھوں انسانوں کو مضطرب اور بے چین کر دیتی ہے۔ اور ان کی موت کا حزن وملال کتنے کلیجوں کو کھا جاتا ہے۔

ہمارے ممدوح مولانا عبدالرزاق احمدپوری بہاولپوری کی وفات بھی کچھ اسی آخری قبیل سے تعلق رکھتی ہے۔ مولانا عبدالرزاق جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کی سولہویں سالانہ اہلحدیث کانفرنس میں گیارہ و بارہ تاریخ کی درمیانی رات تقریباً اڑھائی بجے تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ میری اہلیہ بیمار ہے۔ مجھے جلد واپس جانا ہے۔ لہٰذا اس اجلاس میں میری تقریر سب سے پہلے کروا دیں اجلاس شروع ہو گیا پونے دس سے سوا گیارہ بجے تک ڈیڑھ گھنٹہ فضائلِ صحابہ کے موضوع پر مولانا احمدپوری نے نہایت مؤثر، دل نشین، فصیح و بلیغ خوبصورت تقریر ارشاد فرمائی۔ ٹھیک بارہ بجے راقم کے مشورہ سے براستہ چیچہ وطنی عازم احمدپور ہو گئے۔ لیکن نمازِ عصر سے قبل چیچہ وطنی سے حکیم محمد رفیق کا فون آگیا کہ مولانا عبدالرزاق چیچہ وطنی اسٹیشن پر دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے اچانک وفات پا گئے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون بس پھر کیا تھا۔ ہماری ذہنی کیفیت کو بیان کرنے سے قلم قاصر ہے۔ پورا مجمع ماتم کدہ بن گیا۔ اس قابلِ صد رشک سانحہ شہادت سے لوگ ڈھائیں مار مار کر رونا شروع ہو گئے۔ سچی بات یہ ہے کہ زمین کا ایک اور ستارہ ٹوٹ کر آسمان کے ستاروں سے جا ملا۔ ایک پاک ہستی ہمیشہ کے لیئے ہم سے روٹھ گئی۔ ایک باکمال شخصیت ایسے سفر پر روانہ ہو گئی جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں آیا۔ مولانا کی دل پذیر اور معجز بیانی کا جب تصور آتا ہے تو زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا ہے۔

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
تم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

مولانا مرحوم کو چونکہ راقم نے ہنستے کھیلتے الوادع کہی تھی۔ اس لیئے راقم کے تصورات میں وہ اب بھی بقیدِ حیات ہی نظر آتے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے۔ کہ اس حیات سرمدی کے پیکر کو مرحوم لکھتے وقت قلم کانپتا، دل لرزتا، سینہ شق ہوتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ہائے مولانا عبدالرزاق احمدپوری کی موت کتنی مقدس موت ہے۔ ان کا سانحہ شہادت کتنا عظیم ہے۔ ان کی غربت کی وفات کتنی قابلِ صد رشک ہے۔ کہ سینکڑوں میل دور دین کی تبلیغ کے لیئے تشریف لائے اور تبلیغ سے فارغ ہو کر دیارِ غیر میں وطن سے دور داعی اجل کو لبیک کہی۔

مارا دیارِ غیر میں مجھے وطن سے دور
رکھ لی میرے خدا نے میری بےکسی کی لاج

اس راہِ تبلیغ کے شہیدِ اعظم کو کن الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کروں ۔ اس عظیم موت پر جتنا بھی رشک کیا جائے کم ہے ۔ لیکن ہائے بدنصیبی احمد پور کے بعض مقامی معاصر سنگدلوں نے اس پر خوشی کا اظہار کرنے میں کوئی شرم محسوس نہ کی ۔

مولانا احمد پوری کا جنازہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے اس قول کی تصدیق کرتا تھا ۔ کہ ہمارا اور اہل بدعت کا فرق جنازے کے دن ظاہر ہوتا ہے ۔ کہتے ہیں احمد پور شرقیہ کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ کبھی نہیں اٹھا ۔

مولانا عبدالرزاق احمد پور کے ایک ہاشمی دینی خاندان کے چشم وچراغ تھے ۔ کئی پشتوں سے یہ خاندان علمی طور پر مالا مال چلا آرہا ہے ۔ مولانا عبدالرزاق کے والدِ گرامی مولانا عبدالحق ہاشمی ریاستی مرحوم کو کبھی اہلحدیث کی تاریخ فراموش نہیں کرسکتی ۔ مولانا عبدالحق جہاں ایک بہت بڑے فاضل محدث تھے ۔ وہاں بہت بڑے مبلغ اور خطیب بھی تھے ۔ سرائیکی زبان کے بہت اونچے ہر دلعزیز عوامی خطیب و مبلغ تھے ۔ مولانا عبدالحق کا تبلیغی میدان اگرچہ پورا پنجاب تھا ۔ لیکن خصوصاً سابق ریاست بہاولپور، ملتان، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازیخان جھنگ کے اضلاع میں ان کا طوطی بولتا تھا ۔ موصوف اوڈانوالہ کے سالانہ جلسہ میں ضرور تشریف لاتے ۔ اس دور میں خوش الحانی سے قرآن خوانی میں تین شخصوں کا جواب نہیں تھا ۔ جب وہ قرآن پڑھتے تو یوں معلوم ہوتا کہ قرآن ابھی نازل ہو رہا ہو ۔ فضا پر سناٹا چھا جاتا ۔ کائنات وجد میں آجاتی ۔ سامعین پورے استغراق سے ہمہ تن گوش ہو جاتے ان سے مراد ہے ۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری حضرت مولانا گل شیر نزیلِ مکہ مکرمہ مولانا عبدالحق ریاستی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ان کے قرآن کی سوز و گداز زبان کی فصاحت و بلاغت حکایت کی جامعیت اور جاذبیت نے سعودی حکومت کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اس نے مولانا عبدالحق کو نہ صرف سعودی عرب آنے کی دعوت دی ۔ بلکہ وہاں کے شہری حقوق بھی انہیں عطا کیے ۔ چنانچہ مولانا عبدالحق مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے اور انہیں جنت المعلیٰ میں دفن کیا گیا ۔

مولانا عبدالحق کے دو صاحبزادے اور مولانا عبدالرزاق کے دو بھائی مولانا عبدالوکیل اور

اور مولانا ابوتراب ظاہری اب بھی مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں۔ انہیں سعودی شہریت حاصل ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ نہایت علمی و دینی فرائض انجام دینے میں مصروف ہیں۔

مولانا عبدالرزاق علم وفضل سے آراستہ تحقیق و دانش سے وابستہ شخصیت تھے جامعہ عباسیہ اہلحدیث احمد پور شرقیہ کے زندگی بھر خطیب رہے۔ آخری خطبہ گیارہ اپریل کو دیا۔

سالہاسال سکول میں او، ٹی، پوسٹ پر کام کرتے رہے۔ جسے اب چھوڑ چکے تھے۔ لیکن بایں ہمہ سکول کی ملازمت تبلیغی سعی وحرکت اور تبلیغی میدان میں کبھی ان کے لیئے رکاوٹ نہیں بنی۔

مولانا عبدالرزاق نے خاندانی روایات کے مطابق اپنی علمی تبلیغی، دینی روایات کو زندگی بھر پوری وضعداری سے نبھایا، سادگی، درویشی، خلوص اور ہر بات میں دین کی اتباع کے جذبہ نے مولانا کی شخصیت کو خاصا دل آویز بنا دیا تھا۔ سابق ریاست بہاولپور مولانا عبدالحق کی ہجرت مکہ کے بعد مسلکی تبلیغ کے اعتبار سے خالی ہو گئی تھی۔

مولانا عبدالرزاق نے پوری مستعدی، استقامت، عزم اور حوصلے سے اپنے باپ کے اس خلاء کو پُر کرنے کی کوشش فرمائی بعد میں پروفیسر مولانا حافظ عبداللہ بہاولپوری مولانا عبدالحق روپڑی اور مولانا قاری عبدالوکیل صدیقی خانپوری کی کمک بھی انہیں حاصل ہوئی۔ سادگی خلوص مہمان نوازی، خوش اخلاقی، رواداری، توازن، اعتدال مولانا کا سرمایہ حیات تھا قسام ازل سے انہیں فصاحت و بلاغت میں حصہ وافر ملا تھا۔ اسی فصاحت و بلاغت نے انہیں چندے آفتاب چندے ماہتاب بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لحن داؤدی عطا فرمایا تھا۔ پورے سوز اور دردمندی سے قرآن کی تلاوت فرماتے تھے۔ تقریروں میں قرآنی آیات اور حدیث نبوی کی کثرت نے ان کی تقریر کو دوآتشہ بلکہ سہ آتشہ بنا دیا تھا۔ جب تقریر کرتے تو سامعین میں سے نہ تو کوئی اُٹھ کر جاتا اور نہ ہی کوئی آنکھ اونگتی تمام سامعین ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ مولانا احمد پوری اپنے مواعظ میں قرآن و حدیث کی بارش برساتے۔

گذشتہ سالوں مولانا کا جواں سال صاحبزادہ حافظ محمد اسحاق سانپ کے ڈسنے سے چند لمحوں میں راہی ملکِ بقا ہو گیا۔ مولانا پوری وضعداری صبر وثبات، عزم و حوصلہ سے اس عظیم صدمہ کو سہہ گئے۔

ملتان کے دونوں جلسوں میں عموماً شرکت کرتے چونکہ وہ سرائیکی زبان کے بہت اونچے مقرر تھے۔ اس لیے ملتانی احباب ان کی تقریر کو بڑے شوق اور توجہ سے سنتے۔ دیہات میں بھی تاثیر کے اعتبار سے ان کی تقریروں کا ایک خاص رنگ ہوتا۔ تقریروں میں منفی انداز کو کبھی ہاتھ نہ لگاتے۔ اپنی تمام اولاد کی خاص توجہ سے دینی تربیت فرمائی۔ چنانچہ بڑے صاحبزادے مغل پورہ لاہور انجینئرنگ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ چھوٹے صاحبزادے احمد پور میں میڈیکل سٹور چلاتے ہیں۔ لیکن دینی تربیت اور مسلکی جذبہ سے وہ بھی خوب سرشار ہیں۔ مولانا کی وفات سے بہاولپور اور رحیم یار خان کے اضلاع میں بہت بڑا علمی اور تبلیغی خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ جامعہ تعلیم السلام ماموں کانجن اور ولی کامل حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں قلبی لگاؤ تھا۔ وہ تقریباً ہر کانفرس میں شمولیت کرتے ایک کانفرنس میں کسی ناگزیر مجبوری کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ تو جب ملتے معذرت کرتے کہ میں ناگزیر وجہ کی بنا پر کانفرس میں نہیں آسکا۔ آئندہ کبھی کانفرنس سے پیچھے نہیں رہوں گا۔ بلکہ فرماتے کہ میرے باباجی (مولانا عبدالحق) جب تک یہاں رہے۔ اوڈانوالہ کے سالانہ جلسہ میں بدستور شمولیت فرماتے رہے۔

میں انشاء اللہ زندگی بھر ماموں کانجن کی سالانہ کانفرنس میں ضرور شریک ہوا کروں گا۔ بہرحال اتنی خوبیوں والے انسان خال خال ہی ملتے ہیں۔ لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے